43

ہر وقت ترقی کیلئے کوشاں رہنا چاہیئے

(فرمودہ ۳۰ رمئی ۱۹۱۹ء)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا کہ :۔

"مَیں بعض ضروری باتیں اس خطبہ جمعہ میں آپ لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا مگر چند روز سے بیمار ہونے کے اگلے جمعہ پر ملتوی کرتا ہوں اور آج میں آپ لوگوں کو اس بات پر متوجہ کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں ہماری جماعت کی ذمہ داریاں اور اس کے کام ایسی احتیاط اور ایسی فکر چاہتے ہیں کہ ان کو معمولی طور پر ایک معمولی کوشش کیساتھ سرانجام دیا جاسکتا۔ مَیں نے بارہا آپ لوگوں کو بتایا ہے اور اس کی کوشش کی ہے کہ آپ کو اس امر میں اپنا ہم خیال بناؤں کہ اس وقت جس کام کیلئے ہماری جماعت کھڑی ہوئی ہے وہ بہت بڑا اور اہم کام ہے۔ اس لیے اس کام کے سرانجام دینے کے لیے عظیم الشان تیاری کی ضرورت ہے مَیں نہیں جانتا کہ مَیں کہاں تک اس امر میں کامیاب ہوا ہوں اور کس حد تک جماعت اس بات میں میری ہم خیال ہوئی ہے، لیکن جہاں تک مَیں سمجھا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ گو جماعت کا ایک حصہ سمجھ چکا اور جان چکا ہے کہ ہمیں اس وقت کن کن کاموں کی ضرورت ہے۔ پھر بھی ایک حصہ ہے جو نہیں سمجھا اور جو سمجھا ہے اس سے عمل کرانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہماری جماعت کے تمام لوگ اس ذمہ داری کو سمجھیں جو حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے ان پر عائد ہوتی ہے۔ تو آج ہی ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوسکتا ہے مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ دُنیا کو فتح کرنے کے لیے جو ہمیں کام کرنے چاہئیں انھیں ابھی ہم نے چھیڑا تک نہیں اور وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

قناعت عمدہ چیز ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ قومی ترقی میں بھی قناعت کی جائے کیونکہ ہر چیز اپنی جگہ اور محل پر اچھی ہوتی ہے۔ مثلاً حلم اچھی صفت ہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی کی تعریف کرے کہ فلاں شخص بڑا ہی نرم دل ہے کہ اس کے بزرگوں کو گالیاں دی جاتی ہیں، مگر چپکا بیٹھا سُنتا رہا ہے۔ تو یہ تعریف نہیں ہوگی۔ بلکہ ایسا آدمی بے غیرت ہوگا۔ اور اس کی وسعت حوصلہ اور وسعتِ

قلبی نہیں کہا جائیگا۔ بلکہ یہ کہا جائیگا کہ اس کا دل نہایت تنگ ہے۔ کہ بڑی بات اس میں سما ہی نہیں سکتی کیونکہ مذہب کی غیرت بوجہ تنگ دل ہونے کے اس میں آہی نہیں سکتی۔ پس یہ نہیں کہ اس میں علم ہے۔ اور وہ وسیع القلب ہے۔ بلکہ وہ بے غیرت ہے۔ اور بے حیائی کو قبول کرتا ہے۔

پس اسی طرح قناعت کا معاملہ ہے۔ ایک حد تک موجب عزت ہوتی ہے۔ مگر ایک ایسا شخص جو مذہبی ترقی کے لیے قانع ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کی مذہبی ترقی یا اس کے مذہب کی ترقی کافی ہوچکی ہے۔ وہ بے ہمت اور نکما ہے۔ اور جو قومیں اپنی ترقی پر قانع ہوجاتی ہیں وہ تباہ ہوجاتی ہیں جماعت اور قوم کے لیے ضروری ہے۔ کہ اپنی ترقی کے لیے حریص ہو۔ جو قوم بجائے ترقی کرنے کے ایک مقام پر ٹھہر جاتی ہے وہ گرنے لگ جاتی ہے اور ترقی وہی کرتی ہے۔ کہ ہر ایک درجہ جو اس کے سامنے آتے۔ وہ اس کو اپنا حق خیال کرے اور کوشش کرے کہ اس کو حاصل کرے جب تک یہ نہ ہو اس جماعت یا مذہب کے لوگ کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے لیکن جب تک انسان کو یہ خیال ہو کہ ابھی اسے اور بھی کچھ حاصل کرنا ہے اس وقت تک ترقی کے راستے اس کے لیے کھلے ہوتے ہیں۔ ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۵) کام کرنے والی قومیں ترقی کے میدان میں بڑھتی چلی جایا کرتی ہیں۔ وہ کسی مقام پر نہیں ٹھہرتیں مگر جن قوموں نے تباہ ہونا اور گرنا ہوتا ہے۔ وہ ایک مقام پر جاکر ٹھہر جاتی ہیں۔ اور خوش ہوتی ہیں مگر جن قوموں نے کچھ کرنا ہوتا ہے۔ وہ کسی مقام پر نہیں ٹھہرتیں۔ اور کوئی ایسا نقطہ نہیں ہوتا جسکو وہ آخری نقطہ قرار دیں۔ پس ہم کسی کامیابی پر خوش نہیں ہو سکتے جب تک ہم اس سے آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور جب تک ہر ایک خوشی آئندہ ترقی کے لیے تحریص بلکہ تحریص کا باعث نہ ہو۔ یہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ ص کو ض سے بدل دیا جائے تو اس کے معنی اور مضبوط کے ہوتے ہیں۔

پس ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہمارا ہر مقام آئندہ کے لیے محرک ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ جوش کا باعث ہو۔ اگر یہ ہو جائے، کوئی انسانی طاقت ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور جو طاقت بھی ہمارے لیے روک بنے گی وہ مٹا دی جائے گی۔ کیونکہ خدا کا یہ منشاء ہے کہ اسلام پھر قائم ہو۔ خدا کے اس منشاء کے خلاف جو حکومت ہو گی۔ وہ مٹا دی جائے گی۔ اور جو طاقت ہو گی وہ برباد کردی جائے گی۔ اور باوجود اس کے کہ ہمارے پاس کوئی ظاہری سامان نہیں۔ تاہم یونہی ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔

دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رستہ میں جو سلطنتیں آئیں اور انھوں نے احمدیت

کی اشاعت میں کسی نہ کسی طرح کی روک پیدا کی وہ کس طرح تباہ کر دی گئیں۔
ایک زمانہ تھا کہ ترکی سلطنت سے تمام کا تمام یورپ لرزتا تھا۔ اور اس کے مقابلہ کو آسان نہیں سمجھتا تھا۔ کیونکہ یورپ کو خیال تھا کہ ہم نے اگر ترکوں سے جنگ چھیڑی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری دنیا کے مسلمان ہمارے خلاف جنگ کے لیے کھڑے ہو جائیں گے اور دنیا میں ایک آگ سی لگ جائے گی۔ ہماری حکومت سرکار برطانیہ بھی اپنی مسلمان رعایا کے خیال سے ترکوں سے جنگ نہیں کرتی تھی۔ مگر جب مسیح موعود کو کہا گیا کہ مکہ جاؤ اور دیکھو وہاں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ تو وہی مسلمان جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ اگر ترکوں سے جنگ ہوئی تو ان میں بغاوت پھیل جائے گی۔ ان میں، بجائے اس کے کہ ترکوں سے جنگ ہونے پر کسی قسم کی شورش پیدا ہوتی۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے ترکوں پر گولیاں چلائیں۔ اور اب وہ طاقت توڑ دی گئی ہے۔ جو اگر کچھ باقی رہ گئی تو ایسی ہوگی۔ جو حکومت کہلانے کی مستحق نہیں ہوگی۔ پھر کابل کی حکومت بھی مسیح موعود کے رستہ میں روک تھی اور وہاں پر نہ صرف یہ کہ احمدیت کی تبلیغ منع تھی بلکہ احمدیت کا اظہار بھی ممنوع تھا۔ اور مسیح موعودؑ کو وہاں جانے کا ڈراوا دیا جاتا تھا۔ خدا نے اس کے تباہ کرنے کے بھی سامان پیدا کر دیئے۔ پس تم مت یہ خیال کرو کہ تمہارے پاس سامان نہیں اور تم کمزور ہو۔ کیونکہ جب انسان خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے۔ تو اس کے لیے سامان پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔ دیکھو ابتداء میں حضرت مسیح کے ساتھیوں کی کیسی کمزور حالت تھی حتیٰ کہ ایک بدقسمت نے تیس روپے لے کر مسیح کو بیچ بھی دیا۔[1] اور جو بہت مقرب تھا اس نے اس خوف سے کہ لوگ اس کو مسیح کا متبع ہونے کے باعث بُرا بھلا نہ کہیں۔ یا کسی اور آفت میں نہ ڈال دیں مجمع عام میں مسیح پر لعنت کی۔ باوجود اس کے جس حد تک ان میں اخلاص اور جوش تھا۔ خدا نے اس کو ضائع نہیں کیا۔ مسیح کے خادموں کو حکومت دی۔ سلطنت دی اور وہی لوگ جو مسیح کے نام کے دشمن تھے۔ خود اُس کے نام کی منادی کرنے لگے۔ پس ایسے ہی ذرائع سے یہاں کام ہوگا۔ ہاں وہ ذریعہ تلوار نہ ہوگی۔ بلکہ امن ہوگا اور وہ وقت دُور نہیں۔ جب بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ برکت ڈھونڈھنے والے بادشاہ عیسائی ہوں گے، یا بُدھ ہونگے، بلکہ وہ بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے اور احمدی ہی ہونگے اور وہ تبلیغ کے ذریعہ احمدیت میں داخل

---

[1] یہودا اسکریوطی (متی باب ۲۷)

ہونگے۔ نہ کہ تلوار سے۔

تو خدا کی طرف سے جو وعدے ہیں ان کے ظہور کے ابتدائی نشانات اگرچہ نہایت باریک ہیں جو ظاہر بین عام لوگوں کو نظر نہیں آیا کرتے۔ مگر حقیقت بین نگاہیں ان کو دیکھ لیتی ہیں اور اب بھی دیکھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے فرض کو سمجھیں اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ اُس کا فضل نازل ہو۔ اور مسیح موعودؑ سے جو وعدے کئے گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ لیں۔"

(الفضل ۱۰ر جون ۱۹۱۹ء)